وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ
النَّاسِ فِيَمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ. (البقرہ ۲: ۲۱۳)

”اور ان (نبیوں) کے ساتھ قول فیصل کی صورت
میں اپنی کتاب نازل کی تاکہ لوگوں کے درمیان وہ
ان کے اختلافات کا فیصلہ کر دے۔“

وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ
النَّاسُ بِالْقِسْطِ. (الحرید ۵: ۲۵)

”اور ان (رسولوں) کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب،
یعنی (حق و باطل کے لیے) میزان نازل کی تاکہ
(اس کے ذریعے سے) لوگ (دین کے معاملے
میں) ٹھیک انصاف پر قائم ہوں۔“

اس وقت جو مجموعہ صحائف بائبل کے نام سے موجود ہے، اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں کسی نہ کسی
صورت میں تمام پیغمبروں کو دی گئیں۔ قرآن جس طرح تورات و انجیل کا ذکر کرتا ہے، اسی طرح صحف ابراہیم کا ذکر
بھی کرتا ہے۔ اس کی تائید بقرہ و حدید کی ان آیتوں سے بھی ہوتی ہے جو اوپر نقل ہوئی ہیں۔ یہ سب کتابیں خدا کی
کتابیں ہیں۔ چنانچہ بغیر کسی تفریق کے قرآن بالا جمال ان پر ایمان کا مطالبہ کرتا ہے۔ ان میں سے چار کتابیں،
البتہ غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں، تورات، زبور، انجیل اور قرآن۔ ان کا تعارف درج ذیل ہے:

تورات

یہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اسے بالعموم ان پانچ صحیفوں پر مشتمل سمجھا جاتا ہے جو بائبل کی ابتدا میں درج
ہیں اور جنہیں خمسہ موسوی (Pentateuch) کہتے ہیں۔ یعنی پیدائش، خروج، احبار، گنتی اور تثنیہ۔ ان صحیفوں کا تدبر
کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ پہلے چار صحیفوں میں یہ تاریخی بیانات کے ساتھ اپنے نزول کی
ترتیب سے نقل ہوئی ہے اور تثنیہ میں اسے بالکل اسی طرح ایک کتاب کی صورت میں مرتب کر دیا گیا ہے، جس طرح
قرآن کو مرتب کیا گیا ہے۔ اپنی موجودہ صورت میں غالباً یہ پانچویں صدی قبل مسیح میں کسی وقت مرتب کی گئی۔ تاہم
سیدنا مسیح علیہ السلام نے جس طرح اس کا ذکر کیا ہے، اس کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ ان کی تصویب بھی اس کو کسی حد تک
حاصل ہے۔ اس کا عبرانی متن جو اس وقت مخطوطات اور مطبوعات کی شکل میں موجود ہے، ماٹوری متن
(Massoretic Text) کہلاتا ہے۔ یہ بات عام طور پر مانی جاتی ہے کہ اس متن کے علاوہ قدیم زمانے میں اور
بھی روایتیں تھیں اور ان میں بعض مقامات پر اہم اختلافات بھی تھے۔ سامری تورات اور بالخصوص یونانی سببعین

(Septuagint) سے جو قدیم ترین روایت ہے، ان اختلافات کا ثبوت ملتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی جو ہدایت بنی آدم کو ملی ہے، اس کے دو حصے ہیں: ایک قانون، دوسرے حکمت۔ تورات میں زیادہ تر قانون بیان ہوا ہے اور اس کا نام بھی اسی رعایت سے رکھا گیا ہے۔ قرآن سے ^{۸۰} اِسْرَاءِ یٰۤاِبْنِ اِسْرٰیئِیْلِ (بنی اسرائیل کے لیے ہدایت) اور ^{۸۱} تَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (ہر چیز کی تفصیل) کہتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ اس میں اللہ کا حکم ہے، ^{۸۲} ہدایت اور روشنی ہے، ^{۸۳} لوگوں کے لیے رحمت ہے۔ ^{۸۴} اس میں شبہ نہیں کہ وہ اس میں یہود کی تحریفات کا ذکر کرتا ہے؛ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کی جو روایت (version) زمانہ رسالت کے یہود و نصاریٰ کے پاس تھی، قرآن فی الجملہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔

زبور

یہ اس کتاب کا نام ہے جو داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اپنے مضمون کے لحاظ سے یہ نعمت الہی کا مجموعہ ہے جنہیں مزامیر کہا جاتا ہے۔ بائبل کے مجموعہ صحائف میں زبور کے نام سے جو کتاب اس وقت شامل ہے، اس میں ۵ دیوان اور ۱۵۰ مزامیر ہیں۔ دوسرے لوگوں کے مزامیر بھی اگرچہ اس میں خلط ملط ہو گئے ہیں، مگر جن مزامیر پر صراحت کی گئی ہے کہ داؤد علیہ السلام کے ہیں، ان میں الہامی کلام کی شان ہر صاحب ذوق محسوس کر سکتا ہے۔ انجیل کی طرح یہ بھی ایک صحیفہ حکمت ہے اور خدا کی نازل کردہ ایک کتاب کی حیثیت سے قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔

انجیل

یہ مسیح علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ ان کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد آخری نبوت کی بشارت تھی۔ انجیل کے معنی بشارت کے ہیں اور یہ نام اسی رعایت سے رکھا گیا ہے۔ الہامی کتابوں کے عام طریقے کے مطابق یہ

۸۰ بنی اسرائیل ۲:۱۷۔

۸۱ الانعام ۶:۱۵۴۔

۸۲ المائدہ ۵:۴۳۔

۸۳ المائدہ ۵:۴۴۔

۸۴ الاعراف ۷:۱۵۴۔

۸۵ المائدہ ۵:۱۳۔

بھی دعوت و انداز کی ضرورتوں کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہی۔ اس سے پہلے کہ اسے ایک کتاب کی صورت میں مرتب کر کے محفوظ کیا جاتا، سیدنا مسیح علیہ السلام کو ان کی قوم کی سرکشی کے باعث دنیا سے اٹھایا گیا۔ لہذا یہ کوئی مرتب کتاب نہیں، بلکہ منتشر خطبات تھے جو زبانی روایتوں اور تحریری یادداشتوں کے ذریعے سے لوگوں تک پہنچے۔ مسیح علیہ السلام کی سیرت پر ایک مدت کے بعد بعض لوگوں نے رسائل لکھنا شروع کیے تو ان میں یہ خطبات حسب موقع درج کر دیے گئے۔ یہی رسائل ہیں جنہیں اب انجیل کہا جاتا ہے۔ مسیحیت کے ابتدائی زمانے میں یہ اناجیل بڑی تعداد میں موجود تھیں۔ ۳۸۲ء میں پوپ دماس (Damasus) کے ماتحت ایک مجلس میں کلیسا کے مذہبی پیشواؤں نے ان میں سے چار منتخب کر کے باقی ترک کر دیں اور انہیں غیر موثق (Apocryphal) قرار دے دیا۔ بائبل کے مجموعہ صحائف میں یہ متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی اناجیل کے نام سے شامل ہیں۔ یہ ابتدا ہی سے یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں، جبکہ مسیح علیہ السلام کی زبان آرامی (Aramaic) تھی اور انہوں نے اپنے مواعظ اسی زبان میں ارشاد فرمائے تھے۔ ان کے لکھنے والے بھی مسیح علیہ السلام کے بعد ان کے مذہب میں داخل ہوئے، لہذا ان میں سے کوئی انجیل بھی ۷۰ء سے پہلے کی لکھی ہوئی نہیں ہے، اور انجیل یوحنا تو مسیح علیہ السلام کے ایک صدی بعد غالباً ایشیائے کوچک کے شہر آفسس میں کسی وقت لکھی گئی ہے۔ اس کے باوجود سیدنا مسیح کے جو خطبات، ارشادات اور تمثیلیں ان میں درج ہیں، ان کی الہامی شان ایسی نمایاں ہے کہ الہامی لٹریچر کے اسالیب سے واقف کوئی شخص ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن جس انجیل پر ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے، اس کا ایک بڑا حصہ سیرت کی ان کتابوں میں محفوظ ہے۔

قرآن

یہ خدا کے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ میزان اور فرقان ہے^{۸۶} اور پہلی کتابوں کے لیے اس کی حیثیت ایک مہیمن کی ہے۔ یہ مہیمن فلان علی کذا سے بنا ہوا اسم صفت ہے جو محافظ اور نگران کے معنی میں آتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ کتاب الہی کا اصل قابل اعتماد نسخہ قرآن ہی ہے، لہذا دین کے معاملے میں ہر چیز کے رد و قبول کا فیصلہ اب اسی کی روشنی میں کیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ، مُصَدِّقًا
 لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ، وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ،
 ”اور (اے پیغمبر)، ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف حق
 کے ساتھ اتاری ہے، اس کتاب کی تصدیق میں جو

۸۶ الشوریٰ ۴۲: ۱۷۔ الفرقان ۱: ۲۵۔

فَاٰحُكْمُ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ، وَلَا تَتَّبِعْ
 اَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ.
 (المائدہ: ۵: ۲۸)

اس سے پہلے موجود ہے اور اس کے لیے مہین بن کر، اس لیے
 تم ان کے درمیان اُس ہدایت کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے
 نازل کی ہے اور اس حق کو چھوڑ کر جو تمہارے پاس آچکا ہے،

ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔“

اس کی ۱۱۴ سورتیں ہیں جن میں سے زیادہ تر اپنے مضمون کے لحاظ سے توام ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مراحل دعوت
 کی ترتیب سے انہیں سات ابواب میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کی زبان عربی ہے اور اسے جبریل امین نے اللہ کے
 حکم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل کیا ہے۔ آپ نے اسے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا اور اس
 سے آگے یہ مسلمانوں کے اجماع اور قوی و تحریری تواتر سے منتقل ہوا ہے۔ چنانچہ دنیا کے الہامی لٹریچر میں اب تنہا یہی
 کتاب ہے جس کے بارے میں یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یہ جس طرح دی گئی، بغیر کسی ادنیٰ
 تغیر کے بالکل اسی طرح، اسی زبان میں اور اسی ترتیب کے ساتھ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کا یہ تواتر
 خود ایک معجزہ ہے، اس لیے کہ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کو اس وقت بھی ہزاروں مسلمان الحمد سے والناس تک
 محض حافظے کی مدد سے زبانی سناسکتے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پچھلے چودہ سو سال میں اس کی روایت کا یہ سلسلہ ایک دن
 کے لیے بھی منقطع نہیں ہوا۔ اس سے صاف واضح ہے کہ اس کی حفاظت کا یہ اہتمام خود پروردگار عالم کی طرف سے ہوا
 ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ.
 ”یہ یاد دہانی ہم نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کی
 حفاظت کرنے والے ہیں۔“
 (الحجر: ۱۵: ۹)

یہی حقیقت ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان ہوئی ہے:

وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌۢۙ لَا يٰٓاْتِيْهِ الْبٰطِلُ مِنْ
 بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌۢۙ مِنْ
 حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ. (تم السجدہ ۴۱: ۴۱-۴۲)

”اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایک بلند پایہ کتاب
 ہے۔ اس میں باطل نہ آگے سے داخل ہو سکتا ہے نہ
 اس کے پیچھے سے۔ یہ ایک صاحب حکمت اور ستودہ
 صفات ہستی کی طرف سے نہایت اہتمام کے ساتھ
 اتاری گئی ہے۔“

قرآن کی حفاظت کے جن پہلوؤں کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، وہ استاذ امام امین احسن اصلاحی

کے الفاظ میں یہ ہیں:

”ایک یہ کہ قرآن کے زمانہ نزول میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کا خاص اہتمام فرمایا کہ قرآن کی وحی میں شیاطین کوئی مداخلت نہ کر سکیں۔ یوں تو اس نظام کائنات میں یہ مستقل اہتمام ہے کہ شیاطین ملاً اعلیٰ کی باتیں نہ سن سکیں، لیکن... نزول قرآن کے زمانے میں یہ اہتمام خاص طور پر تھا کہ شیاطین وحی الہی میں کوئی مداخلت نہ کر پائیں تاکہ ان کو قرآن میں اس کے آگے سے (مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ) کچھ گھسانے کا موقع نہ مل سکے۔

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے اپنے جس فرشتے کو منتخب کیا، اس کی صفت قرآن میں ’ذِي قُوَّةٍ‘، مطاع، قوی، امین اور عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٌ‘ وارد ہوئی ہے۔ یعنی وہ فرشتہ ایسا زور آور ہے کہ ارواح خبیثہ اس کو مغلوب نہیں کر سکتیں، وہ تمام فرشتوں کا سردار ہے، وہ کوئی چیز بھول نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو امانت اس کے حوالے کی جاتی ہے، وہ اس کو بالکل ٹھیک ادا کرتا ہے۔ مجال نہیں ہے کہ اس میں زیر زبر کا بھی فرق واقع ہو سکے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقرب ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے تمام مخلوقات سے برتر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اہتمام بھی اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ قرآن میں اس کے منج کی طرف سے کسی باطل کے گھسنے کا امکان باقی نہ رہے۔

تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو اٹھانے کے لیے جس بشر کو منتخب فرمایا، اول تو وہ ہر پہلو سے خود خیر الخلاق تھا، ثانیاً قرآن کو یاد رکھنے اور اس کی حفاظت و ترتیب کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے تنہا اس کے اوپر نہیں ڈالی، بلکہ یہ ذمہ داری اپنے اوپر لی۔ چنانچہ سورہ قیامہ میں فرمایا ہے: لَا تَحْرِكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ، اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ، فَاِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ، ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (اور تم اس قرآن کو حاصل کرنے کے لیے اپنی زبان کو تیز نہ چلاؤ، ہمارے اوپر ہے اس کے جمع کرنے اور اس کے سننے کی ذمہ داری۔ تو جب ہم اس کو سنا چکیں تو اس سننے کی پیروی کرو، پھر ہمارے ذمہ ہے اس کی وضاحت)۔ روایات سے ثابت ہے کہ جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقرب صحابہ یاد بھی رکھتے اور ہر رمضان میں حضرت جبریل کے ساتھ آ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مذاکرہ بھی فرماتے رہتے تاکہ کسی سہو و نسیان کا اندیشہ نہ رہے اور یہ مذاکرہ اس ترتیب کے مطابق ہوتا جس ترتیب پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کو مرتب کرنا پسند فرمایا۔ یہ بھی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارک کے آخری رمضان میں یہ مذاکرہ دو مرتبہ فرمایا۔ پھر اسی ترتیب اور اسی قرأت کے مطابق پورا قرآن ضبط تحریر میں لایا گیا اور بعد میں خلفائے راشدین نے اسی کی نقلیں مملکت کے دوسرے شہروں میں بھجوائیں۔ یہ اہتمام پچھلے صحیفوں میں سے کسی کو بھی حاصل نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ تورات کے متعلق تو یہ علم بھی کسی کو نہیں ہے کہ اس کے مختلف صحیفے کس زمانے میں اور کن لوگوں کے ہاتھوں مرتب ہوئے۔

چوتھا یہ کہ قرآن اپنی فصاحت الفاظ اور بلاغت معنی کے اعتبار سے معجزہ ہے جس کے سبب سے کسی غیر کا کلام اس کے ساتھ پیوند نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام بھی، باوجودیکہ آپ اس قرآن کے لانے والے اور اصح العرب والعجم ہیں، اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ کسی غیر کا کلام اس کے ساتھ مخلوط ہو سکے۔ چنانچہ جن مدعیوں نے قرآن کا جواب پیش کرنے کی جسارت کی، ان کی مزخرفات کے نمونے ادب اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ ان کو قرآن کے مقابل میں رکھ کر موازنہ کر لیجیے، دونوں میں گہراور پیشیز کا فرق نظر آئے گا۔ اس طرح گویا پیچھے سے بھی (وَمِنْ خَلْفِهِ) قرآن میں دراندازی کی راہ مسدود کر دی گئی۔

پانچواں یہ کہ قرآن کی حفاظت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی زبان کی حفاظت کا بھی قیامت تک کے لیے وعدہ فرمایا۔ دوسرے آسمانی صحیفوں میں تو ان کی اصل زبانیں مٹ جانے کے سبب سے بے شمار تحریفیں ترجموں کی راہ سے داخل ہو گئیں جن کا سراغ اب ناممکن ہے، لیکن قرآن کی اصل زبان محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔ اس وجہ سے ترجموں اور تفسیروں کی راہ سے اس میں کسی باطل کے گھسنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اگر اس میں کسی باطل کو گھسانے کی کوشش کی جائے گی تو اہل علم اصل پر پرکھ کر اس کو چھانٹ کر الگ کر سکتے ہیں۔“ (تدبر قرآن ۱۱۳/۷)

[باقی]